63

اختیاری امتحانوں میں پُورے اُترو

فرمودہ ۲۲ جون ۱۹۱۷ء

تشہد و تعوذ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ:۱۸۴)

اور فرمایا:-

خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی آزمائش کے لئے دو قسم کے امتحان ہوتے ہیں۔ایک وہ جن میں بندہ کا اپنا دخل ہوتا ہے اور دوسرے وہ جن میں بندہ کا دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ ان امتحانات کا تمام سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ جو امتحانات بندہ کے اختیار میں ہیں ان میں اس کی ہمّت کا اُسے ثواب ملتا ہے اور جو امتحانات خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ رکھے ہیں ان میں انسان کو صبر کا ثواب ملتا ہے۔

انسان کے ہاتھ میں جو امتحانات ہیں وہ نمازؔ۔ روزہؔ۔ حجؔ۔ زکوٰۃؔ۔ صدقہ وخیرات اور دین کی خدمت ہے۔ اگر دشمن تلوار سے اسلام کو مٹانا چاہے تو تلوار سے اور اگر مال سے نقصان پہنچانا چاہے تو مال سے اور اگر قلم وزبان سے حملہ آور ہو تو قلم وزبان سے اس کا مقابلہ کیا جائے۔

ان امتحانوں میں بہت سی سہولتیں ہیں اور انسان ان میں بہت سی آسانیاں پیدا کر لیتا ہے مثلاً نماز، اگر اسکے پڑھنے کیلئے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں تکلیف ہو تو گرم پانی استعمال کر لیتا ہے۔ اگر جسم کو سردی کی تکلیف ہو تو گرم کپڑے پہن لیتا ہے۔ یا اگر گرمی کے باعث

چھت کے نیچے نہ کھڑا ہوا جاتا ہو تو میدان میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ اگر زمین تپی ہوئی ہو تو نیچے کپڑا بچھا لیتا ہے۔ اگر کھڑا ہونے سے تکلیف ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھ کر تکلیف ہو تو لیٹ کر پڑھ لیتا ہے۔ غرض اس صورت میں انسان اپنی تکلیف کے دور کرنے کیلئے بہت سی آسانیاں پیدا کرسکتا ہے۔ اسی طرح روزہ کا امتحان ہے وہ بھی بندہ کے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ اس میں بھوک پیاس لگتی ہے۔ اس کے لئے سحری کے وقت ایسی غذائیں استعمال کرسکتا جو تمام دن معدہ میں رہیں۔ یا ایسے کام ترک کرسکتا ہے۔ جن سے بھوک یا پیاس لگے۔

اسی طرح حج ہے اس کے لئے فرصت کا وقت تجویز کرسکتا ہے سفر کے ایسے سامان بہم پہنچا سکتا ہے جو آرام کا موجب ہوں اور سواری میں اونٹ پسند نہیں تو گھوڑے پر سفر کرسکتا ہے۔ ریل بھی ہے اور ریل نہ ہو تو امراء پالکیاں اور نالکیاں بہم پہنچا لیا کرتے ہیں۔ غرض سفر کو آسانی سے طے کرنے کے لئے جو سامان چاہیئے استعمال کرسکتا ہے۔

زکوٰۃ کا بھی یہی حال ہے ایک مقررہ رقم ہے اور جس قسم کی چیزیں ہوں انہی میں سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ پھر یہ نہیں کہ ایک ہی دفعہ دے دی جائے۔ بلکہ واجب زکوٰۃ سال کے اندر اندر دی جاسکتی ہے غرض کئی قسم کی اور بھی سہولتیں پیدا کی جاسکتی ہیں۔

پس نماز میں بھی سہولتیں ہیں روزہ میں بھی حج میں بھی اور زکوٰۃ میں بھی۔ جہاد میں بھی سہولتیں پیدا کی جاسکتی ہیں۔ پیدل کام نہ ہو سکے تو سوار ہو جاؤ۔ زرہ پہن لو ہتھیار جس قدر نو ایجاد اور حفاظت کے لئے ضروری ہوں سب سے کام لیا جاسکتا ہے اور اگر تلوار سے جہاد کا وقت نہ ہو تو اس وقت جس طریق سے دین کی خدمت کی ضرورت ہو۔ اس طرح کرسکتا ہے یعنی اگر لکھنا جانتا ہے تو قلم سے اگر بولنا جانتا ہے تو زبان سے کام کرسکتا ہے۔ اموال خرچ کرسکتا ہے۔

یہ امتحان اس لئے ہیں کہ جو انسان ان کو پورا کرلیں وہ ان امتحانوں سے بچائے جائیں جو خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں اور ان میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔ مثلاً مَری پڑے اور تمام بچے ہلاک ہو جائیں۔ بے وقت

بارشیں ہوں یا حد سے زیادہ ہوں اور کھیت کے کھیت تباہ ہو جائیں اور متواتر کئی سال تک ایسا ہی ہوتا رہے یا تجارت کرتا ہو اور اس میں گھاٹا پڑ جائے۔ اسی طرح کے اور امتحان بھی ہیں جن میں انسان کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ انسان کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جس میں کسی پہلو سے آرام نہیں آتا۔ لیکن اگر وہ باتیں جو انسان کے اختیار میں رکھ دی گئی ہیں انکو پورا کر دیا جائے تو وہ ایسے ابتلاؤں کے لئے بطور کفّارہ کے ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر ان کو پورا نہ کرے تو پھر ایسے مصائب میں ڈالا جاتا ہے جن سے بچنا محال ہو جاتا ہے۔

مثلاً جہاد کے لئے مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ وقت صرف ہوتا ہے اور محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ مگر جب کوئی شخص اس راہ میں باوجود اس قدر آسانیاں پیدا کر دینے کے خود بخود قدم نہیں اٹھاتا تو پھر اس کو ایسی تکلیف دی جاتی ہے اور ایسے امتحان میں ڈالا جاتا ہے کہ جس میں نہ اس کا کوئی دخل ہوتا ہے اور نہ اس سے بچنے کے لئے کوئی آسانی پیدا کر سکتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں جو انسان اپنے لئے خود کوئی تکلیف یا امتحان تجویز کرتا ہے وہ اگر زیادہ بھی ہو تو بھی برداشت کر لیتا ہے مثلاً کسی شخص کے پاس سو روپیہ ہو اور وہ اس میں سے دس روپے صدقہ کر دے تو اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی مگر جب اس کے دس روپے گر جائیں یا کوئی اس سے چھین لے تو اس کو سخت رنج اور تکلیف ہوگی کیوں؟ اس لئے کہ پہلے دس اس نے خود صدقہ کئے اور دوسرے اسکی مرضی کے خلاف اس کے ہاتھ سے گئے۔ یا مثلاً ایک شخص اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے مگر ایک دوسرا خدا کی راہ میں جان دینے سے جی چُرا کر اپنے گھر میں بیٹھ رہتا ہے۔ مگر کوئی مصیبت آتی ہے اور اسکی جان لے کر جاتی ہے۔ اب مرنے کو تو دونوں مر گئے۔ وہ بھی جو خدا کی راہ میں مَرا اور وہ بھی جو گھر بیٹھ کر مرا لیکن ان دونوں کے مرنے کے وقت ایک سی حالت نہیں ہو سکتی وہ جو خدا کی راہ میں خود قدم بڑھاتا ہے وہ خوشی سے اپنی جان دیتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ پہلا شخص خود اپنے لئے خدا کی راہ میں جان دینا تجویز کرتا

ہے اس لئے اسکو تکلیف نہیں خوشی ہوتی ہے اور دوسرا شخص چونکہ خدا کی گرفت میں آ کر جان دیتا ہے اسلئے وہ زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک ایسا شخص جو نماز تہجد کے لئے سردی کی راتوں میں اٹھتا اور دو تین گھنٹہ آہ وزاری میں لگا رہتا ہے اس کے جسم کو بھی تکلیف پہنچتی ہے مگر وہ اس کی کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا یہ تکلیف اٹھانا خدا کی رضا کے لئے ہے اور اس نے اپنے لئے خود تجویز کی ہے مگر اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو کسی مصیبت کے باعث روتا ہے اسکا دل مرجاتا ہے وہ سخت کرب اور دُکھ محسوس کرتا ہے۔ ان دونوں کا فرق ظاہر ہے پہلا خدا کی راہ میں خوشی سے خود تکلیف برداشت کرتا ہے اور دوسرا اس تکلیف کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو وہ تکلیف بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ ہاں جو شخص خدا کی بھیجی ہوئی مصیبتوں اور ابتلاؤں پر صبر کرتا ہے وہ بھی ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پہلا جو ہے اسکو تو دوہرا ثواب ملتا ہے ایک اس لئے کہ اس نے خدا کی راہ میں خود خرچ کیا اور تکلیف اٹھائی اور دوسرے یہ کہ اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کیا۔ دوسرا شخص اگرچہ خود تو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا اور نہ خود خدا کی راہ میں تکلیف اٹھاتا ہے مگر جب خدا خود اس کا امتحان لیتا ہے تو پھر صبر و شکر کو نہیں چھوڑتا اس لئے اسکو بھی ثواب ملتا ہے مگر پہلے سے آدھا۔

اگرچہ وہ لوگ بھی جو ان ابتلاؤں اور امتحانوں کو اپنے اوپر جاری کر لیتے ہیں جو خدا نے انسان کے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ بعض اوقات ان ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں جو خدا کے ہی اختیار میں ہیں اور انسان کا ان میں کچھ بھی دخل نہیں لیکن یہ جو ان کے لئے اس قسم کے ابتلاء بھیجے جاتے ہیں تو ان سے یہ ہرگز غرض اور غایت نہیں ہوتی کہ وہ ہلاک کر دئے جائیں۔ بلکہ ان ابتلاؤں سے ان لوگوں کی روحانی نشوونما اور درجات میں ایک دوسرے پر تفوق ظاہر کیا جاتا ہے کیونکہ اختیاری امتحانوں میں تو وہ سب برابر ہوتے ہیں پھر ایسے امتحانوں میں بڑھ کر صبر اور شکر دکھاتے ہیں۔ انکے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اے مومنو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ کوئی نئی بات ہے۔ نئی نہیں اس پر کہا جا سکتا تھا کہ ہم مانتے ہیں پہلے لوگوں پر روزے فرض تھے اور انہوں نے اس بوجھ کو اٹھایا تھا۔ لیکن انہوں نے غلطی کی تھی ہم پر یہ بوجھ نہ ڈالا جائے اگر پہلوں پر ڈالا گیا اور انہوں نے اٹھالیا تو یہ انکی بے عقلی تھی اسکے متعلق فرمایا دیکھو یہ نہ پہلوں پر بوجھ تھا نہ ان کو مجبور کیا گیا تھا اور نہ اب تم پر بوجھ ہے اور نہ تم کو مجبور کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ تم اس آفت سے بچ جاؤ جو لوگوں پر انکی ہلاکت اور تباہی کے لئے اس وقت آتی ہے جب وہ خدا کی طرف سے بالکل غافل اور بے پروا ہو جایا کرتے ہیں۔

پس یہ ہرگز مت سمجھو کہ تم پر کوئی بوجھ لادا گیا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ تو تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ اس سے بتلایا گیا ہے کہ روزے ان ابتلاؤں میں سے ہیں جن کا ہلکا اور آسان کرنا بندہ کے اختیار میں ہے جو لوگ اس ابتلاء میں پورے اترتے ہیں وہ جسمانی اور روحانی کئی قسم کے ایسے ابتلاؤں سے بچ جاتے ہیں جو ان ابتلاؤں کو پورا نہ کرنے کی صورت میں لازمی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے اس حکمت کے لئے ہیں کہ تم سخت اور ہلاک کرنیوالی آزمائشوں سے بچ جاؤ۔ لیکن جو انسان ان امتحانوں کو اپنے اوپر جاری نہیں کرتا اس پر خود خدا تعالیٰ اپنے امتحان بھیجتا ہے جن کے سامنے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

دیکھو ایک استاد کبھی طالب علم کو کہتا ہے کہ اپنے کان کھینچو۔ یا اپنے منہ پر آپ تھپڑ مارو۔ اگر طالب علم اپنے منہ پر آپ تھپڑ مارے تب تو خیر لیکن اگر خود تھپڑ مارنے یا خود کان کھینچنے سے انکار کرے تو پھر استاد مارتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ استاد وہ نرمی روا نہیں رکھے گا جو خود طالبعلم اپنے اوپر روا رکھ سکتا تھا اسی طرح جو لوگ ان ابتلاؤں کی پروا نہیں کرتے جو خدا نے انسان کے ہاتھ میں چھوڑے ہیں تو پھر خدا کی طرف سے ایسے ابتلاء آتے ہیں جن سے ہلاک کئے جاتے ہیں۔

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا

ہوں کہ بہت سے لوگ اس سے غافل ہو چکے ہیں۔ ان کو معلوم ہو کہ خدا کا غضب بھڑکا ہوا ہے اور حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں خدا کا غضب ایسا بھڑکا ہے کہ پہلے کبھی ایسا نہیں بھڑکا تھا وہ چاہتا ہے کہ جلا کر خاکستر کر دے مگر بندوں کو پھر بھی مہلت دے رہا ہے پس حضرت صاحب نے کچھ محنتیں اور کام اشاعتِ دین کے لئے مقرّر فرمائے ہیں جو لوگ انکو پورا کریں گے وہ خدا کے غضب سے بچ جائیں گے لیکن جو اس میں سستی کریں گے وہ خدا کے اس غضب سے بچ نہیں سکتے جو وہ نازل کرنا چاہتا ہے۔

ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ اس سے بچنے کے لئے خاص طور پر توجّہ کریں ان میں جس قدر وہ سہولتیں بہم پہنچانا چاہیں۔ بہم پہنچا سکتے ہیں۔ اگر وہ اس وقت توجّہ نہیں کریں گے تو پھر دوسری قسم کے ابتلاء میں انکی کچھ پروا نہیں کی جائے گی اگر وہ اس وقت مال خرچ نہیں کریں گے تو خدا تعالیٰ ان پر ایک ایسا وقت لائے گا کہ ان کے بیوی بچوں کے لئے بھی کچھ نہیں چھوڑے گا۔ بعض لوگوں کی حالت یہ ہے کہ موجودہ شرح چندہ کو اپنے لئے ایک مصیبت قرار دیتے ہیں ہاں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کو تین پیسہ فی روپیہ کہا جائے تو وہ چار پیسہ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ لیکن جو ایسے نہیں ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قدر زیادہ وہ اپنے طور پر دیں گے اسی قدر ان کے لئے فائدہ مند ہوگا اور اگر وہ نہیں دیں گے تو خدا ان سے جبراً چھین لے گا۔ اور وہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ مثلاً بچہ کو جب دوائی دی جاتی ہے اور وہ نہیں پیتا تو اس کے منہ میں چمچہ ڈال کر زبردستی اس کے گلے سے نیچے اتار دی جاتی ہے۔

غرض خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ سب لوگ کچھ نہ کچھ دین کی خدمت کریں جو نہیں کریں گے ان کے مال ضائع جائیں گے اس وقت ان کو اس امر کی خوشی نہ ہوگی کہ خدا کی راہ میں کچھ خرچ کیا ہے مگر پھر وہ ایسے ابتلاؤں میں ڈالے جائیں گے جن میں پڑ کر انجام اچھا نہیں ہوتا۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے ان ابتلاؤں کو جو ہمارے اختیار میں ہیں بجالائیں۔ تا ان چیزوں کے وارث ہوں جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے رکھی ہیں اور وہ ہمیں اپنے غضب سے بچائے کہ اسکے غضب کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(الفضل ۳۰ / جون ۱۹۱۷ء)